دورِ حاضر میں اسلامی بیداری

سید قیصر رضا تقوی

مندرجہ بالا موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے اسلام کے حقیقی مفہوم کو سمجھنا ہوگا۔ کیونکہ دورِ حاضر میں اسلام کی جو تشریح کی جا رہی ہے وہ اس نظریۂ اسلام سے قطعی مختلف ہے جس کی تبلیغ پیغمبرؐ اسلام نے کی تھی پیغمبرؐ خدا کا دعویٰ تھا کہ لَااِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ کہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ لیکن دورِ حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان لَااِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ تو کہہ رہے ہیں مگر فلاح کے کوئی اثرات نظر نہیں آ رہے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں نے لَااِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ زبان سے تو کہا مگر اسلامی فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر رہے دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے اسلام کو سمجھنے کا ذریعہ وہ نہیں اپنایا جس کے بارے میں پیغمبر آخرالزماں نے وصیت کی تھی۔ جس میں حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں قرآن اور میری عترت یعنی اہلبیتؑ۔ جب تک ان دونوں سے تمسک رکھوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے اپنا خود ساختہ فلسفہ یہ پیش کر دیا کہ ہمارے واسطے کتاب خدا یعنی قرآن کافی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان نہ تو صحیح طریقے سے قرآن سمجھ پائے اور نہ اسلام اگر مسلمان اسلام کے متعلق حضرت علیؑ کے پیش کردہ فلسفے کو سمجھ لیتے تو اُن کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ مولا علیؑ نے فرمایا۔

> ''اسلام، سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور سرِ تسلیم جھکانا یقین ہے اور یقین تصدیق ہے اور تصدیق اعتراف اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجاآوری عمل ہے''

مولائے کائنات کے مندرجہ بالا اصول کو اگر دورِ حاضر میں رائج اسلامی نظریات کے تناظر میں دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بہت قلیل تعداد ہی ایسی ہوگی جو مندرجہ بالا اصولوں پر گامزن ہے۔ جہاں تک موجودہ زمانے کی اسلامی بیداری کا تعلق ہے تو اُسے مسلمانوں کی بیداری تو کہا جا سکتا لیکن اسلامی بیداری کا نام دینا قبل از وقت ہوگا کیونکہ اگر موجودہ زمانے میں اسلامی ممالک میں ہونے والی اُتھل پتھل کا جائزہ لیا جائے تو اس کا تعلق اسلامی بیداری سے تو قطعاً نظر نہیں

آ تا بلکہ اگر عوامی بیچینی کا نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ کہیں بے روز گاری کے خلاف آواز بلند ہو رہی ہے تو کہیں حاکمِ وقت کے مظالم سے عوام پریشان ہیں اور کہیں مطلق العنان حکمرانوں سے عوام خوش نہیں ہیں اور جمہوری نظام کی دہائی دے رہے ہیں کہیں ظلم و تشدد کا بازار گرم ہے تو کہیں مذہبی پابندیاں اس قدر عائد کر دی گئی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے مذہب کا پرچار آزادانہ طور پر نہیں کر پا رہے ہیں لیکن کہیں بھی اسلامی بیداری نظر نہیں آرہی ہے۔ اسے سیاسی بیداری ضرور کہہ سکتے ہیں۔

اسلامی بیداری کو سمجھنے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کے رائج کردہ اسلامی انقلاب کے اثرات پر غور کرنا ہوگا۔ قبل از اسلام کے معاشرتی نظام پر غور و فکر کرنے سے اندازہ ہوگا کہ پیغمبرؐ اسلام کے اعلانِ رسالت سے قبل ظلم و تشدد کا بازار گرم تھا، فتنہ فساد اُس وقت کے لوگوں کی فطرت تھی۔ لوٹ مار، قتل و غارتگری ان کا پیشہ تھا۔ جرائم کو سماج میں عزت کا معیار سمجھا جاتا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا عام رواج تھا کنیزوں، عورتوں اور غلاموں کی باقاعدہ تجارت ہوتی تھی۔ ایک انسان اپنی طاقت اور دولت کی بدولت سکیڑوں غلاموں اور کنیزوں کا مالک ہوتا تھا۔ غرض کوئی عیب ایسا نہ تھا جو اُس وقت کے لوگوں میں موجود نہ ہو اس طرح کے معاشرے کی اصلاح کے لئے پیغمبرؐ اسلام کے پاس نہ کوئی فوج تھی نہ ہتھیار، نہ دولت تھی نہ حکومت اور نہ ہی عوامی حمایت حاصل تھی یہاں تک کہ آپ کے رشتہ دار ہی آپ کی مخالفت میں نمایاں تھے یعنی حضورؐ کے چچا ابولہب جانی دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اخلاق و کردار، جذبۂ خدمتِ خلق، قوت ارادی اور عدم تشدد کی حکمتِ عملی کی بدولت سماج میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا کہ نہ صرف عرب بلکہ دیگر ممالک کے لوگ بھی آپ کے عالمگیر پیغام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

پیغمبرؐ اسلام کے جس پیغام نے دنیا والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور رنگ و نسل ملک و زبان یا طاقت و دولت کی بنیاد پر ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی سبقت حاصل نہ ہوگی۔ سب ایک ہی اللہ کی مخلوق ہیں اسی بات کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اے لوگوں ہم نے تم سب کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں قرار دیا تاکہ ایک دوسرے کے درمیان پہچانے جاسکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے''[۱]

اسی ضمن میں پیغمبرؐ اسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ عرب کو عجم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے سب انسان کنگھی کے دندانوں کی مانند ہے۔ تمام انسان ایک عمارت کے اجزاء ہیں جو ایک دوسرے کو بخوبی محفوظ رکھتے ہیں اللہ کے بندو! ایک دوسرے کے بھائی بنے رہو۔

اسلام نے فضیلت کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری، علم، ایمان اور فداکاری کو قرار دیا ہے یعنی انسان جتنا متقی و پرہیزگار ہوگا وہ اُتنا ہی خود کو گناہوں سے پاک و صاف رکھے گا اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایمانداری سے کوشش کرے گا نتیجہ میں عزت اور اہمیت کا حامل ہوگا اسلام نے تمام لوگوں کو مشترک ومساوی حقوق دیے ہیں۔ ہر انسان کو اپنے دفاع کا برابر کا حق حاصل ہے۔ معاشرے کے سب سے معمولی اور کمزور انسان کا مدمقابل کوئی امیر سلطان یا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو عدالت کی نگاہ میں سب کی حیثیت ایک عام شہری کی ہونی چاہیے اور فریقین کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ ہونا چاہئے۔

ایک نیک پرامن اور تشدد سے پاک معاشرے کی تشکیل کے لیے پیغمبرؐ اسلام نے جن اصولوں کی تبلیغ کی تھی وہ صرف کتابوں اور خطبوں کی حد تک محدود نہ رہے بلکہ پیغمبرؐ اسلام نے بذاتِ خود ان اُصولوں پر عمل کر کے دکھایا تاکہ کوئی انسان یہ شکوہ کرتا ہوا نظر نہ آئے کہ اسلامی قوانین ناقابل عمل ہیں مثلاً حضرت سلمانِ فارسی جو عظیم المرتبت صحابئ رسولؐ تھے۔ جن کا تعلق فارس سے تھا اور جن کی مادری زبان فارسی تھی لیکن پیغمبرؐ اسلام اُن کے مشوروں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ جنگِ خندق میں خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمانؑ فارسی نے ہی دیا تھا اُن کے متعلق حضورؐ نے یہاں تک فرما دیا تھا کہ سلمانؑ میرے اہلبیتؑ سے ہیں۔

اعلانِ رسالت سے قبل مادہ پرست سماج کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ قبیلوں کے سردار اور دولتمند حضرات سیکڑوں کی تعداد میں غلام پالتے تھے جنہیں تقریباً قیدی بنا کر رکھا جاتا تھا اور جن کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ محلوں اور قلعوں کی تعمیر کے واسطے انھیں غلاموں کی پیٹھ پر لاد کر پتھر لائے جاتے تھے۔ اور اسی غیر انسانی اور غیر فطری مشقّت کے دوران بہت سے غلام جاں بحق ہوجایا کرتے تھے۔ اسکے علاوہ ان لوگوں کو کام پر بلانے کا یہ طریقہ رائج تھا کہ ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی جاتی تھی جسے سنتے ہی تمام غلام ایک مقام پر اکٹھا ہوجایا کرتے تھے اور انہیں مشقتوں میں لگا دیا جاتا تھا لیکن پیغمبرؐ اسلام نے سماج کے اس پسماندہ طبقہ کو احساسِ کمتری اور ذلت سے چھٹکارا دلانے

کی غرض سے بہت سے عملی اقدام کیے۔ جیسے حضرت بلال ایک حبشی غلام تھے جن کے ہونٹ موٹے اور رنگ کالا تھا یہاں تک کہ عربی تلفظ بھی درست نہ تھا لیکن اسے ایک سماجی اور معاشرتی انقلاب ہی کہا جا سکتا ہے کہ ایک حبشی غلام یعنی حضرت بلال کو اسلام کا پہلا مؤذن مقرر کیا گیا اور ایک غلام کی آواز پر قبیلوں کے سردار اور امیر و دولتمند حضرات مسجد میں نماز کے واسطے اکٹھا ہوجایا کرتے تھے۔حضورؐ کے اس عملی اقدام کا مقصد یہ مثال پیش کرنا تھا کہ اسلام کی نظر میں غلام ہو یا آقا، امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا رعایہ سب کا مالک ایک ہے۔ اور وہ ہے اللہ۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی معاشرہ ایسا نہیں ہے جس میں یہ دو طبقے نہ پائے جاتے ہوں یعنی غریب اور امیر۔ اسی بنیاد پر دولتمند حضرات اپنی دولت اور طاقت کے زور پر غریبوں اور پسماندہ طبقات کا استحصال کرتے رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سماج میں پائی جانے والی اسی تفریق کا نتیجہ نفرت، حسد، فتنہ اور فساد ظلم و تشدد ہوتا ہے۔ اسلام نے امیر اور غریب کے درمیان پائی جانے والی اسی تفریق اور خلیج کو پاٹنے کے لئے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کیا کہ اگر اس پر باقاعدہ عمل کیا جائے تو سماج کے اندر پائی جانے والی بہت سی خرابیاں خود بہ خود دور ہوجائیں۔ اسلام کے اس اقتصادی نظام کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ امیر کی دولت میں غریب کا حق رکھ دیا گیا ہے اور زکوٰۃ خمس اور فطرہ کو عبادت کا ایک رکن قرار دیکر یہ حکم دیا کہ امیر اپنی دولت کا کچھ حصہ غریب کو دے اور جس کے لئے اس حد تک تاکید کی گئی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی نماز کا حکم آیا ہے اُسی کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم بھی موجود ہے ۔قرآن میں متعدد مقامات پر ارشاد ہوا ہے کہ ’’نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو‘‘ خمس و زکوٰۃ کو واجب قرار دیکر ایسا نظام پیش کیا گیا ہے کہ امیر اپنا فرض سمجھ کر دیگا اور غریب اپنا حق سمجھ کر لے گا۔ اس طرح اسلام نے یہ بھی واضح کر دیا کہ زکوٰۃ خمس اور فطرہ کی ادائیگی غریب کی امداد یا اُس پر احسان نہیں ہے۔ بلکہ ایک فرض کی بجا آوری ہے۔ اس کے علاوہ سماج میں رائج سودی نظام جس کے ذریعہ ہمیشہ ہی غریب کا استحصال کیا جاتا رہا ہے اسلام نے اُسے حرام قرار دے کر غریبوں کو اس بیماری سے بھی نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔

فطرت انسانی یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں پر اپنا غلبہ اور تسلط قائم کرنے کے لئے اپنی دولت، طاقت اور ظلم و تشدد کے ذریعہ اپنے سے کمزور انسانوں کو خوفزدہ کرتا رہتا ہے اپنی غلط اور ناحق

بات منوانے کے لئے ہر طرح کے حربوں کا استعمال جائز سمجھتا ہے اور یہی عمل سماج میں فتنہ اور فساد ظلم اور تشدد کی بنیاد بنتا ہے اس سماجی برائی کی بھی اسلام نے نہ صرف مذمت کی ہے بلکہ ظالم کو اُس کے انجام سے آگاہ کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن شریف کا فرمان ہے کہ ہم نے ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جو اُن کو اپنے گھیرے میں لیے رہے گی اور جب وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگیں تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے کی مانند کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس سے اُن کے چہرے جھلس جائیں گے۔وہ پانی پینے میں بہت بدمزا ہوگا۔دوزخ ایک بری منزل ہے۔ اسی طرح ظالم اور ظلم کی مذمت کرتے ہوئے پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا۔

''ظلم سے ڈرو کیونکہ یہ تمہیں روزِ قیامت تاریکیوں میں گرفتار کر دے گا۔مظلوم کا ہر حال میں دفاع کرو اور اسے اکیلا نہ چھوڑو۔ ہر وہ اقدام کرو جس سے ظالم ظلم سے باز رہے ۔حضرت علیؑ نے ظلم کی مذمت اس طرح کی ہے'' ظلم گھروں کو خراب و برباد کر دیتا ہے۔ جو ظلم کرتا وہ اپنے امور خود اپنے ہاتھوں برباد کرتا ہے۔اور اپنی عمر کوتاہ کرتا ہے۔خود کو فنا کے آغوش میں دے دیتا ہے جو اپنی رعایا اور ماتحتوں پر ظلم کرتا ہے وہ اپنے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔ اسی طرح پیغمبرؐ خدا نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ ہر انسان پر دوسرے انسان کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اگر انسان ان حقوقِ انسانی کو ادا کرتا رہے اور انہیں کسی بھی طریقے سے پامال نہ ہونے دے تو کوئی وجہ نہیں جو سماج میں عدل اور انصاف کا ماحول نہ پیدا ہو سکے ۔حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرو جو چیز اپنے لیے پسند کرو وہی دوسرے کے لیے بھی پسند کرنا اور جو اپنے واسطے نا مناسب سمجھو اُسے دوسرے کے لیے بھی نا پسند کرنا۔مریض ہونے کی صورت میں اُس کی عیادت کرو۔ دوسرے کی غلطیوں سے چشم پوشی کرو۔جب کوئی انسان دنیا سے جائے تو اُس کے جنازے میں شرکت کرنا۔ اُس کی نیکیوں اور خدمت کا شکریہ ادا کرنا۔ اس کے اہلِ خاندان کی حفاظت کرنا ۔

یہی وہ اسلامی تہذیب ہے جس نے عرب کے ریگستان میں لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر باعزت اور باوقار زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھایا اور عدم تشدد کا مبلّغ بن کر سبھی انسانوں کو فلاح کا پیغام دیا۔یہی وہ تصورات،نظریات اور تفکرات تھے جنکی بدولت عوام کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ وہ افراد جو بدعنوانیوں، مجرمانہ حرکتوں اور قتل وغارت گری میں ملوث تھے انھوں نے جب اس الٰہی پیغام کی طرف توجہ کی تو وہ اسلام کے گرویدہ ہو کر اس کی نصرت کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔اور

انہیں اخلاقی اور سماجی قدروں کی بدولت جنھوں نے انسانیت کو ایک نیا پیغام دیا اور انسان نے اپنی عزت حقیقت اور اہمیت کو سمجھا، عبد و معبود کے رشتے کو پہچانا جس میں نہ کوئی چھوٹا تھا نہ بڑا اور نہ کوئی غلام تھا نہ آقا۔عورتوں کی عزت واحترام کا خاص طور پر پیغام دیا گیا۔

لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد جب اسلام نے مادیت کا لبادہ اوڑھا اور بنی امیہ نے اسلام کو یرغمال بنا کر اُس کے اُصولوں اور نظریات کو پامال کرنا شروع کیا شریعت محمدیؐ کو بچوں کا کھیل سمجھ کر اُس کی دھجیّاں اُڑائی جانے لگیں۔اور اہلبیتِ رسولؐ کو طرح طرح سے ستایا جانے لگا۔اس کے علاوہ بنی امیہّ جانتے تھے کہ جب تک خاندانِ رسالت کا ایک بھی فرد موجود ہے وہ اسلام کو تباہ و برباد نہ ہونے دیگا۔ بنی امیہّ کا مقصد یہ تھا کہ خاندانِ رسالت کو تباہ و برباد کر کے لوگوں کو اپنے بزرگوں کے دین پر واپس لے جائیں۔ زمانہ گزرتا رہا بنی امیہّ کی ریشہ دوانیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ظلم اور تشدد کا ماحول اس حد تک بڑھا کہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو ایک سازش کے تحت شہید کر دیا گیا لیکن ۶۰ھ میں معاویہ کے انتقال کے بعد یزید کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا گیا اور اُس نے خلیفہ بنتے ہی یہ اعلان کیا کہ نہ کوئی وحی آئی اور نہ کوئی رسولؐ یہ تو بنی ہاشم کا حکومت حاصل کرنے کا ڈھونگ تھا۔ یہ وہ شیطانی اور فرعونی نظریہ تھا جس کے ذریعہ اسلام کو مٹانے کی بھرپور سازش کی گئی تھی اور اسی حکمتِ عملی کے تحت نواسہ رسولؐ حضرت امام حسینؑ سے مطالبۂ بیعت کیا گیا۔امام حسینؑ نے اس ناپاک سازش کے خلاف ایک عظیم انقلاب برپا کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنی اور اپنے اعزاء اور اقرباء کی قربانیاں پیش کر کے بنی امیہّ کی سازش کو ناکام بنا دیا۔

کربلا میں امام حسینؑ کی رہنمائی میں جو انقلاب برپا کیا گیا وہ ملک وسلطنت کے لیے نہیں تھا بلکہ یہ جنگ حق و باطل کی جنگ تھی۔نور وظلمت کا مقابلہ تھا ایمان وکفر کا معرکہ تھا۔انسانیت اور درندگی اپنے اپنے منزل کمال پر تھے۔ ہدایت اور ضلالت کے پرچم ایک دوسرے کے مقابل لہرارہے تھے۔ جملہ مورخین بلا مذہب وفرقہ اس بات پر متفق ہیں کہ کربلا میں امام حسینؑ نے قربانیاں پیش کر کے حقیقی اسلام محمدیؐ کی حفاظت کی اور اُسے ملوکیت اور بنی امیہّ کے ہاتھوں کھلونا بننے سے بچالیا۔اسلام جو امن و آشتی اور عدم تشدد کا علمبردار رہے یزید کے ہاتھوں ظلم وستم وتشدد وقتل و غارت گری کی تصویر بنتا جا رہا تھا ایسے بھیانک ماحول میں حضرت محمدؐ کا چھوٹا نواسہ حسینؑ ابنِ علیؑ آگے بڑھا اور اپنے ۷۲ ساتھیوں کے ساتھ یزیدیت کے چہرے سے اسلام کی نقاب نوچ

ڈالی۔مظالم سہ کر اسلام کی حفاظت کی۔بنی امیہّ کے حکمرانوں نے ایک ایسا خطرناک نظریہ پیش کیا تھا جس کا عنوان تھا ''خیرٌ شرٌّ مِن جانب اللّٰہ''یعنی ہر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے جس کے تحت مظالم کا بازار گرم کیا اور سارا الزام اللہ کے نام کر دیا۔اگر اُس وقت امام حسینؑ خاموش رہ جاتے تو یقیناً اسلامِ محمدیؐ مٹ جاتا اور اسلام ایک ظلم وتشدد کا مذہب بن کر رہ جاتا۔امام حسینؑ نے دنیائے انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ ظلم برداشت کرنا بھی ظلم ہے اور گناہ ہے۔امام حسینؑ کی قربانی بلاتفریق مذہب وملت تمام اقوامِ عالم کے لئے ایک سبق آموز واقعہ ہے۔یہ ایسا سانحہ ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی ظالم سر اٹھائے گا تو اُس ظلم کا مقابلہ کرنے کے واسطے سانحہ کربلا ہی معیار سمجھا جائیگا۔جنگ کربلا بظاہر عاشورا کے روز ختم ہوگئی لیکن اُس کے اثرات قیامت تک باقی رہیں گے اور کربلا ہر ظالم و جابر حکمراں کا مقابلہ کرنے کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی اسی بات کو جوشؔ ملیح آبادی نے اپنے ایک مرثیہ میں اس طرح قلبند کیا ہے۔

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار — دوشِ انساں پہ ہے جب تک حشم وتخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرم پیکار — کربلا ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز تلوار

کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

کربلا ایک تزلزل ہے محیطِ دوراں — کربلا خرمنِ سرمایہ پہ ہے برقِ تپاں
کربلا طبل پہ ہے ضربتِ آوازِ اذاں — کربلا جرأتِ انکار ہے پیشِ سلطاں

فکرِ حق سوز یہاں کاشت نہیں کرسکتی
کربلا تاج کو برداشت نہیں کرسکتی[۲]

بقول جوش، ظالم شہنشاہوں کے خلاف آواز اُٹھانے اور مظلوم عوام کو اُن ظالموں سے نجات دلانے کے لیے انقلاب حسینی ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہوگا۔اسی ضمن میں عاشورہ سے متعلق رہبر انقلاب حضرت آیت اللہ خمینیؒ فرماتے ہیں۔

''اگر عاشورہ اور خاندانِ رسالت کی فداکاری نہ ہوتی تو اُس زمانے کے طاغوت نبیؐ کریم کی بعثت اور اُن کی جانفرسا زحمتوں پر پانی پھیر چکے ہوتے۔اگر عاشورہ نہ ہوتا تو ابوسفیانیوں کی جاہلیت کی منطق جو وحی اور کتابِ

خدا پر خط سرخ کھینچنا چاہتے تھے اور بت پرستی کے عصرِ تاریک کی یادگار یزید کے ذریعہ، جو اپنے زعم میں فرزندانِ وحی کو قتل و شہید کر کے اسلام کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے کی امید رکھتا تھا اور پوری صراحت کے ساتھ (نہ کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے) کا اعلان کر کے الٰہی حکومت کی بنیاد منہدم کرنے کی توقع رکھتا تھا ہم نہیں جانتے کہ عاشورہ کے بغیر قرآنِ کریم اور اسلامِ عزیز پر کیا بلا نازل ہوتی ۔لیکن خداوندمتعال کا ارادہ یہ تھا اور رہے کہ نجات بخشنے والے اسلام اور ہدایت کرنے والے قرآن کو ہمیشہ باقی رکھے اور فرزندانِ وحی جیسے شہیدوں کے خون سے زندہ کردے۔ اُن کی حمایت کرے اور ہر طرح کی بلاؤں سے محفوظ رکھے اور اس ثمرہ نبوت و یادگارِ ولایت حسینؑ ابنِ علیؑ کو آمادہ کرے کہ وہ اپنے عقیدے اور پیغمبرؐ اکرم کی امت پر اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان قربان کردیں تاکہ رہتی دنیا تک اُن کا پاک خون اُبل اُبل کر دینِ خدا کی آبیاری اور وحی اور اُس کے بہترین نتائج کی حفاظت کرتا رہے'' [۳۲]

لیکن جب ایران میں بھی اسلامی قدروں کو پامال کیا جانے لگا ۔جسے ایران کی تاریخ کا سب سے پرآشوب دور کہا جاسکتا ہے کہ جب شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کی حکومت پر مغربی تہذیب مکمل طور پر غلبہ حاصل کرچکی تھی ۔نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مذہب کو ایک فرسودہ نظام تصوّر کرکے عیش وعشرت میں مشغول ہوگئے تھے۔ جگہ جگہ عشرت کدے قائم تھے دوسری طرف شاہ ایران اپنی پوری طاقت کا استعمال کرکے علماء دین کی آواز کو دبا دینا چاہتا تھا ۔سامراجی طاقتوں کے اشارے پر ناچنے والا بادشاہ خودکو آزاد خیال اور ترقی پسند کہلوانے میں بڑا فخر محسوس کرتا تھا اسلامی کلنڈر تک تبدیل کر دیا گیا تھا۔شاہ ایران دیگر حکمرانوں کی طرح ظلم و تشدد کے ذریعہ حکومت چلا رہا تھا۔ جو اسلامی قدروں کو اسلام کے نام پر پامال کررہا تھا اس کے دورِ حکومت میں کسی انسان کو اپنی بات کہنے کی اجازت نہ تھی ۔چاہے وہ شخص سیاسی ہو یا مذہبی کسی کو اپنے خیالات کا اظہار کرنا جرم سمجھا جاتا تھا دوسری طرف ایران کے علماء ان حالات کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ امام خمینیؒ جو انقلاب کربلا سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ اس کو اپنے مذہبی عقائد کی بنیاد سمجھتے تھے جنھوں نے سے یہ درس حاصل کیا تھا کہ ظلم کرنا اور ظلم سہنا دونوں گناہ ہے لہٰذا انہوں نے شاہ ایران کے مظالم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے

ایک کتاب ''کشف الاسرار'' لکھی جس میں رضا شاہ پہلوی کی ظالم حکومت کی کھل کر مذمت کی گئی تھی جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ایران کی موجودہ حکومت نہ صرف یہ کہ ظالم ہے بلکہ عالم اسلام کے لیے خطرہ ہے۔ رہبرانقلاب امام خمینیؒ اس کتاب کے ذریعہ نے لوگوں کو متنبہ کیا کہ مغرب نواز سامراجی طاقتوں نے ایک منصوبہ بنایا ہے جس کا بنیادی مقصد اسلام کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

رضا شاہ پہلوی اسلام دشمن تحریکوں کی حکمت عملی کے مطابق ناسمجھ عوام کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایران میں مکمل طریقے سے اسلامی تحریکوں کو کچل دیا جائے اور علماء دین کی آواز کو سختی سے دبا دیا جائے اس کے برعکس امام خمینیؒ اپنی تحریروں وتقریروں کے ذریعہ عوام کو شاہ کے ارادوں سے برابر آگاہ کرتے رہے اور امام خمینیؒ کی قیادت میں ایک ملک گیر تحریک عوام کی رائے ہموار کرنے کی غرض سے شروع کی گئی۔ ایران کے بڑے بڑے شہروں میں مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا عوام کی بڑھتی ہوئی مخالفت اور حالات کو بے قابو دیکھ کر شاہ ایران نے مظاہرین پر گولیاں چلانے کا حکم دیا جس کے بعد امام خمینیؒ کو گرفتار کرکے ترکی بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد نجف اشرف منتقل کر دیا گیا۔ نجف اشرف سے بھی انقلابی تحریک جاری رہی۔ شاہ ایران نے امام خمینیؒ کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھتے ہوئے آپکو پیرس منتقل کرادیا۔لیکن شاہ کا یہ اقدام بھی انقلاب کے ارادوں پر اثر انداز نہ ہوسکا۔امام خمینیؒ کے پیرو برابر آپ کی تحریک اور پیغامات پر عمل کرتے رہے اور قربانیاں پیش کرتے رہے نتیجہ میں ہزاروں حریت پسند افراد شہید کر دیئے گئے۔

چونکہ امام خمینیؒ کی تحریک سانحہ کربلا سے متاثر ہوکر چلائی جا رہی تھی اور آپکے پیروکار انتہائی خلوص اور ایثار وقربانی کے جذبے سے سرشار تھے اور اُنہیں امام خمینیؒ کی قیادت پر پورا یقین تھا لہٰذا اُن کی قیادت میں انقلاب ایران کامیاب ہوا اور رضا شاہ پہلوی کو ایران چھوڑ کر جانا پڑا ور آخر کار وہ اپنے انجام کو پہنچا۔اور وہ دن بھی آیا کہ جب یکم فروری ۱۹۷۹ء کو رہبرِ انقلاب آیت اللہ خمینیؒ نے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ آزاد ایران کی سرزمین پر قدم رکھا۔

حالانکہ کسی بھی دنیاوی تحریک کا کربلا والوں کی تحریک سے تقابل کرنا گستاخی کے مترادف ہے لیکن امام خمینیؒ اور اُن کے ساتھیوں کے اندر جو جوش و جذبہ پیدا ہوا وہ کربلا والوں سے ہی سبق حاصل کرکے پیدا ہوا تھا۔ لیکن موجودہ زمانے میں جو تحریکیں چلائی جا رہی ہیں اور انہیں اسلامی تحریکوں کا نام دیا جارہا ہے۔اگر وہ مندرجہ بالا اسلامی اصولوں اور کربلا والوں کے جذبۂ ایثار وقربانی

کے مطابق ہیں تب تو یقیناً کامیاب ہوں گی لیکن صرف سیاسی مقاصد اور اقتدار کی منتقلی تک محدود ہیں تو ہوسکتا ہے کہ انہیں وقتی طور پر کامیابی حاصل ہوجائے لیکن اُن کی عمر بیحد قلیل ہوگی اور ممکن ہے ان پر بہت جلد کوئی دوسرا گروہ حاوی ہوجائے اور یہ سیاسی اور اقتدار کی نہ ختم ہونے والی جنگ جاری رہے۔لیکن جو تحریک اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگی تو وہ یقیناً کامیابی اور کامرانی پیش قدم رہے گی۔ بقول علاّمہ اقبال:۔

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی ۴

حوالے:

۱۔سورہ حجرات، آیت ۱۳

۲۔جوش کے مرثیے

۳۔پیامِ امام خمینیؒ مورخہ ۱۶/ ۳/ ۶۰ ھ ش

۴۔کلیات اقبال

☆